سرزمین اسپین کا ایک نامور عالم ابوحیان

دوسری اور آخری قسط

ڈاکٹر شاہد اسلم قاسمی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

استاذ ابوحیان نے جب اس قسم کی روایات حسن عقیدت کے ساتھ بیان کی ہیں تو یقین کر لینا چاہیئے کہ ان کو صوفیار کرام کی جانب سے کسی قسم کا سعر لہن نہ تھا اور جو کچھ انہوں نے مخالفت کی ہے اس میں صرف وہ لوگ مخاطب ہیں جو ہمارے زمانے کے اکثر پیرزادوں کی طرح فریب و مکر کے ساتھ دعوے نصیحت اور تصوف کیا کرتے ہیں بلکہ ایک بے مثل قطعہ ابوحیان کو صاف بتا رہا ہے کہ ان کو اپنے ہم عصر مکار اور فریبی مدعیان تصوف ہی سے مخالفت کی تھی اس قطعہ کے دو شعر جن سے ان کی غرض ظاہر ہو گی ہم نقل کئے دیتے ہیں۔

ومن یکن مدعی منہم صلاحاً فزندیق تغلغل فی الضلال

فینھب مالھم ویصیب منہم نسائہم بمقبوح الفعال

یعنی ان میں سے جو کوئی فلاح وتقویٰ کا مدعی ہے وہ ایک زندیق ہے کہ وادیٔ ضلالت میں گمراہ ہو گیا ہے وہ مریدوں کا مال لوٹتا ہے اور ان کی عورتوں سے برے کام لیتا ہے۔

علامہ کی نحو میں ناموری:

ابوحیان کو زیادہ شہرت خاص علم نحو میں حاصل ہوئی اور اسی شہرت کی وجہ سے وہ نحو کے بہت بڑے امام تسلیم کئے جانے لگے جلال الدین سیوطی نے نحو میں جو کتاب جمع الجوامع لکھی ہے اس کی نسبت خود اعتراف کرتے ہیں کہ میں نے اس میں جو کچھ لکھا ہے۔ ابوحیان کی تصنیفات سے کے لکھا ہے اور جمع الجوامع ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کے مثل نحو میں کم کوئی کتاب نظر آئے گی

خصوصاً جب یہ خیال کیا جائے کہ ابو حیان نے نحو میں تنقیدیں کی ہیں بالکل تنقید نہیں اور اپنی تحقیقات میں کل اساتذۂ سبق سے علیحدہ ہو گئے ہیں تو حیرت معلوم ہوتی ہے کہ نحو کے دائرے میں اس استاذ یگانہ نے کیونکر اجتہاد کا جھنڈا بلند کیا۔

ابو حیان کی مدح و ثنا میں مؤرخین نے جس زور و آورد سے کام لیا ہے۔ اور ان کی وقعت ثابت کرنے میں جیسی قوتِ تحریر دکھائی ہے اس کو دیکھ کر شاید عام لوگوں کو یہ دھوکا ہو گا کہ وہ اقوال صرف مبالغہ پر محمول ہیں۔

صلاح الدین صفوی نے بہت بڑی طولانی عبارت میں صاف لکھ دیا ہے کہ "کان امیر المؤمنین فی النحو" اور اس جملہ کے بعد اس شدومد سے تعریف کی ہے کہ تمام ائمہ نحو کو ابو حیان کے آگے طفل مکتب بنا دیا ہے۔

" سیبویہ، اخفش، فراء، یزیدی، کسائی کسی کی کوئی اصل و حقیقت نہیں باقی رکھی"

اجازت روایت لینا؛

علامہ صفوی جو آخر عہد میں ابو حیان کے معاصر تھے انہوں نے ایک خط کے ذریعہ ابو حیان سے ان کی تمام تصانیف اور دیگر تمام کتب کی روایت کرنے کی اجازت طلب کی تھی یہ اگلے عہد میں دستور تھا کہ جب تک مستند شیخ جس کو سلسلہ در سلسلہ اجازت درس و روایت ملتی آئی ہو اجازت نہ دے اس وقت تک کوئی شخص نہ روایت کر سکتا تھا۔ استاذ ابو حیان نے تمام مشہور و معروف مصنفوں کی معرکۃ الآرا کتابوں کی فہرست لکھی اور علامہ ممدوح کو اجازت دیدی اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اندلس، افریقہ، مصر، حجاز وغیرہ دیگر بلاد اسلامیہ میں اپنے اساتذہ سے جو کچھ حاصل کیا اس کسب کی تم سب کو اجازت دیتا ہوں۔ نیز سب سے زیادہ جس چیز کی تم کو اجازت دیتا ہوں وہ ہے قرآن کو سات قراتوں سے پڑھنا اور سب سے عمدہ میرے استاذ قرأت میں فخر الدین ابو طاہر ملی تھے علاوہ بریں صحاح مؤطا مسند ابن حمید مسند داری ان سب کتابوں کی اجازت دیتا ہوں۔

اس کے بعد بتایا کہ میرے اتنے استاد تھے اور میں نے ان کوششوں سے یہ سند

حاصل کی ہیں۔ اور کہاں کہاں سارا سارا پھرا ہوں۔

استاذ ابو حیان کی فاضلہ بیٹی:

ابو حیان کے دلچسپ واقعات میں ایک واقعہ ہے کہ ان کی ایک صاحبزادی تھیں جنکا نام نضار تھا۔ نضار نے بھی اس عہد کی عورتوں کی طرح علوم دینیہ ادبیہ میں کمال حاصل کیا تھا وہ ایک ممتاز محدثہ خیال کی جاتی تھیں۔ تاریخ اندلس بتاتی ہے کہ وہاں کی عورتوں میں تعلیم و تربیت کا نہایت تکمیل کے ساتھ رواج تھا۔ چنانچہ جسطرح ہر عہد نامور علماء اور شعراء ادیبوں میں سے پیش کرتا تھا۔ اسی طرح عورتیں کمال حاصل کرکے ملک میں اعلیٰ کمال کا مرتبہ حاصل کر لیا کرتی تھی اس باعصمت خاتون نے قرأت اور حدیث کو تو اپنے یگانہ عصر باپ سے حاصل کیا تھا۔ اور نحو کے اکثر متن ابن زبیر وغیرہ دیگر علماء اندلس سے اجازت لیکر زبانی یاد کر لئے تھے۔ آخر اس علمی تعلیم نے نضار کے دل میں دین کا جوش پیدا کر دیا اور اندلس چھوڑ کر بغرض حج مکہ پہونچ گئیں۔ مکہ پہونچکر نضار نے اپنی سند سے اکثر احادیث روایت کیں۔ اور وہاں کے بعض علماء کو اپنا شاگرد بنایا اور اسی طور پر نضار نے مکہ معظمہ پر ایک مشہور استاد کی حیثیت پیدا کرلی۔

علامہ ابو حیان کو اپنی بیٹی سے نہایت الفت تھی اور جہاں تک ہوسکتا تھا اس کی ناز برداری میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ اکثر زبان سے یہ کلمہ نکل جاتا تھا۔ کہ کاش اس کا (نضار کا) بھائی جان اس سے اچھا نہیں تو اس کا ایسا ہوتا۔

علامہ صفوی فرماتے ہیں کہ ابو حیان نے بارہا نضار کی مجھ سے تعریف کی اور فرمایا "حدیث میں اسکی ایک تصنیف موجود ہے۔ زبان عرب کے ادب کے متعلق اس کی لیاقت بے مثل ہے اشعار بھی کہہ سکتی ہے۔ اور طبیعت بہت اچھی پائی ہے۔

آہ! ابو حیان کو اس بیٹی کا بہت بڑا صدمہ دل پر اٹھانا پڑا۔ جمادی الآخر ۷۳۰ھ میں نضار نے ملک مصر میں انتقال کیا۔ ابو حیان اس صدمہ سے نہایت اندوہگیں ہوئے ملک ناصر ابن ذو شاہ مصر تھا اس کی خدمت میں ابو حیان نے عرضداشت بھیجی کہ جس میں تو پہلے رنج والم اد

صدمہ جان کاہ کا حال لکھا۔ اس کے بعد اجازت طلب کی کہ اگرچہ عام طور پر شہر ناصرہ کے اندر کسی لاش کا دفن کرنا ممنوع ہے مگر میں امیدوار ہوں کہ مجھے اجازت دیدی جائے کہ اپنی بیٹی کی لاش خاص شہر کے اندر دفن کردوں ملک ناصر کو عرضداشت دیکھ کے بڑا ترس آیا اور دستخط میں بہت کچھ ہمدردی اور دلدہی کے کلمات لکھے اور اجازت دیدی۔ اجازت کے بعد ابوحیان نے اپنی بیٹی کو نہلا اور کفنا کے خاص اس مکان میں دفن کیا جس میں رہتے تھے۔ یہ مکان قاہرہ کے محلہ برقوقیہ میں واقع تھا۔ ابوحیان کو بیٹی کا اتنا بڑا غم ہوا کہ دفن کرنے کے بعد پورے ایک برس تک گوشہ نشینی کے عالم میں قبر ہی پر بیٹھے رہے۔ اور اس زمانے میں کسی سے نہیں ملے۔ اور گویا خیال کرلیا تھا کہ سوا مراسم عزاداری اور سوگواری کے انہیں اور کچھ کرنا ہی نہ تھا۔

شیخ صلاح الدین کہتے ہیں کہ میں رحبہ میں رہتا تھا کہ مجھے نضار کے مرنے کی خبر پہونچی لہذا بطریق تعزیت چند اشعار کہے۔ اور ابوحیان کے پاس بھیج دیئے۔

اس مرثیے میں واقعی بعض بعض اشعار نہایت ازور کے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صلاح الدین کو بھی مرحومہ کے مرنے کا نہایت قلق تھا۔

شعر گوئی!

علامہ ابوحیان صرف ملا اور ایک مدرس ہی نہ تھے۔ طبیعت موزوں پائی تھی۔ اور اکثر شعر گوئی کا بھی مشغلہ رہتا تھا۔ ایک چھوٹا سا دیوان ان کی شاعری کی یادگار موجود ہے اگر کوئی ان اشعار کو دیکھے تو معلوم ہو کہ خیال آفریں میں اس فاضل یگانہ کی طبیعت کیسی لڑتی تھی۔ ہر شعر صاف الفاظ میں بتا رہا ہے کہ میرا کہنے والا ایسا قادر الکلام ہے کہ جدھر بھی رخ کرے گا تمام ہم فنون پر سبقت لے جائے گا۔

عاشقانہ مضامین کو اس خوبی سے اور ایسے پرجوش اور دل پر اثر ڈالنے والے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں کہ معلوم ہی نہیں ہوتا یہ کسی عالم و فاضل اور مولوی کے اشعار ہیں شاعری کا یہی کمال ہے کہ انسان جس خیال کی طرف توجہ کرے اپنی طبیعت کے دیگر جذبات سے بچا کے ادا کردے۔ اور یہی سبب ہے کہ اہل علم کے اشعار شاعروں کی محفلوں میں بہت کم وقعت پیدا کرسکتے ہیں۔

علامہ ابوحیان میں یہ دوسرا کمال تھا کہ صرف عاشقانہ جذبات ہی ان میں نہ تھے ۔ اکثر نصائح اور دنیاوی فوائد کی باتوں کو بھی انہوں نے نظم کیا ہے ۔ اور اس خوبصورتی سے نظم کیا ہے کہ شاید اس سے زیادہ مؤثر طریقہ ان نصائح کے ادا کرنے کا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا ۔

پند و نصائح کے متعلق ابوحیان کے بہت سے اشعار ہیں کہیں دنیا کی مذمت میں طبیعت داری اور دوستوں کے نہ ملنے کو عجب مؤثر طریقہ سے ادا کر گئے ہیں ۔ غزلیت جو فارسی کی ایجاد ہے اس کا مادہ بھی ان کی طبیعت میں کمال کے ساتھ تھا ۔ ان کے اکثر نظم اسی اسلوب پر ہیں ۔ مگر اصل یہ ہے کہ جو غزل کی شان ہے وہ ان میں نہیں ہے لیکن ہاں کہتے تو خوب کہتے مگر ہم یہ کہیں گے کہ خوب ہوا جو عربی میں غزل سرائی کی بنیاد نہیں ڈالی ۔ ورنہ فارسی اور اردو کی طرح عربی شاعری بھی صرف خیال آفرینی پر محدود ہو جاتی اور کلام کے مؤثر بنانے یا واقعہ کی تصویر دکھانے کی قوت بالکل سلب ہو جاتی ۔

وفات :

الغرض علامہ ابوحیان جب تک زندہ رہے عربی زبان کو بے مثل ترقی دلاتے رہے ۔ یہاں تک کہ زمانے نے انہیں تھکا دیا اور پیام اجل نے ایسے گرانمایہ شخص کو اس کے شاگردوں ہی سے نہیں ساری دنیا کے آغوش محبت سے چھین لیا ۔

استاذ ابوحیان کی تاریخ وفات میں مؤرخین اسپین اور مؤرخین ایشیار میں اختلاف ہو گیا ہے اہل اسپین ۷۴۷ھ بتاتے ہیں اور اہل ایشیار ۷۴۵ھ لکھتے ہیں ۔ مگر مؤرخ مقری نے نہایت انصاف پسندی سے فیصلہ کیا ہے کہ مؤرخین ایشیار کا بیان زیادہ قابل قبول ہے اس لئے کہ استاذ مرحوم نے انہیں کے پڑوس میں انتقال فرمایا تھا ۔

علامہ صلاح الدین جو شام کے مشہور ادیب تھے اور جن کو ابوحیان کے ہم عمر ہونے کی عزت حاصل تھی اور اپنے عصر کے مقتدائے زمانہ تھے لکھتے ہیں کہ علم نحو کے بادشاہ اور ہمارے استاذ ابوحیان نے تقریباً ۸۰ برس تک علم نحو کو فائدہ پہونچایا ۔ یہاں تک کہ ضعیفی نے ان کو بالکل تھکا دیا تھا ۔ انہوں نے شہر قاہرہ میں باب البحر کے باہر جس مکان میں رہتے تھے اسی میں ہفتے کے روز نماز عصر کے بعد صفر کی ۲۸ کو ۷۴۵ھ میں انتقال فرمایا ۔ اور دوسرے روز

مقبرہ صوفیہ میں جو باب نصر کے باہر ہے دفن ہوئے دمشق کی مشہور مسجد جامع بنی امیہ میں لوگوں نے ان کے جنازے کی صلوٰۃ غائب پڑھی۔

صلاح الدین جو ہر طرح سے علامہ ابو حیان کے معترف تھے انہوں نے ابو حیان کا ایک نہایت ہی پرزور مرثیہ لکھا ہے۔ اس مرثیہ میں نحو تمام اصطلاحوں کو شاعرانہ خوبصورتی سے کھپایا ہے۔ بلکہ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ وہ مرثیہ زبان عرب کے دیگر مرثیوں پر بہت ترجیح رکھتا ہے۔

تصانیف!

علامہ ابو حیان کی تصانیف بہت ہیں۔ تقریباً چالیس پینتالیس کتابیں ہیں۔ جو استاذ ابو حیان کی برکتوں کی یادگار ہیں۔ ان کی تصانیف کو زیادہ تعلق نحو و صرف اور خاص اصول زبان عرب سے ہے۔ تمام وہ مصنفین جو استاذ ابو حیان کے بعد ہوئے ان سب پر ابو حیان کا بہت بڑا احسان ہے۔

ترقی زبان عربی!

الغرض استاذ ابو حیان ایک ایسے شخص تھے کہ سرزمین اسپین اور غرناطہ کو ہمیشہ ان پر فخر رہے گا۔ آج وہاں ان کے معترف اور ان کے فاتحہ خواں بلکہ ان کے نام کو عزت سے لینے والے بھی نہیں ہیں۔ لیکن زمانہ ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا اور سرزمین اسپین کو کبھی نہ بھولے گا۔ استاذ ابو حیان ایسے مقتدائے عصر اور یگانہ دہر کا نام ہے جس کی وجہ سے مغربی یورپ کا ایک ٹکڑا اپنے علم و فضل اور اپنی تہذیب کے اعتبار سے ان دنوں ایشیا میں ناموری حاصل کر سکا۔ جبکہ اس کے برابر کے تمام اضلاع اور کل حصص مغربی یورپ وحشی اور بالکل غیر مہذب تصور کئے جاتے تھے۔

خدا غریق رحمت کرے ابو حیان کو جو باوجود مکہ عرب سے پانچ چھ ہزار میل فاصلہ پر تھے مگر زبان عرب کو اس سرگرمی سے ترقی دلا رہے تھے۔ اور شاید اسی کا اثر ہے کہ ہزار کوشش کی جائے مگر عربی الفاظ زبان اسپین سے نکالے نہیں نکلتے۔

کانڈھی جو مشہور مؤرخ اسپین ہے اس نے اپنی تاریخ میں صاف صاف لکھ دیا ہے

(باقی صف پر)